نظرات

سخت افسوس ہے کہ مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ کے ناظم اعلیٰ اور مہتمم مولانا محمد سلیم صاحب ایک ماہ کی معمولی علالت کے بعد ۱۰ جولائی کو بروز دوشنبہ نماز فجر کے وقت سے نصف گھنٹہ پہلے رہگزائے عالم جاودانی ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مولانا کا آبائی وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ آپ کے والد ماجد محمد سعید صاحب المتوفی ۱۳۵۷ھ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی المتوفی ۱۳۰۸ھ صاحب "اظہار الحق" کے بھتیجہ محمد صدیق صاحب کے فرزند ارجمند تھے، مولانا رحمت اللہ صاحب جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت کے بعد مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے مولانا محمد سعید کو جن کی عمر صرف بارہ برس کی تھی۔ اپنے پاس مکہ مکرمہ بلا لیا اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا اور وہ بھی مستقلاً یہیں رہ پڑے، چنانچہ مولانا محمد سلیم صاحب کی پیدائش بھی مکہ مکرمہ میں ہوئی، حضرت مولانا رحمت اللہ نے کلکتہ کی ایک مخیر خاتون صولت النساء بیگم کی امداد و اعانت سے مکہ کے محلہ خندریسہ میں زمین کا ایک پلاٹ خرید کر ایک عمارت بنوائی اور ۱۲۹۰ھ میں انھیں خاتون کے نام پر مدرسہ صولتیہ کے نام سے اس عمارت میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا۔ مولانا محمد سلیم صاحب نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی، فراغت کے بعد پندرہ بیس سال اسی مدرسہ میں درس دیا ۱۳۴۶ھ میں اس کے نائب ناظم اور ۱۳۵۷ھ میں ناظم مقرر ہوئے جس پر وہ آخیر تک رہے۔

مولانا نے نصف صدی سے زیادہ کا یہ مدرسہ کے اہتمام و انتظام کا زمانہ جس عالی ہمتی، صبر و استقلال فہم و تدبر اور لیاقت و قابلیت سے گذارا ہے وہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا اور دوسروں کے لئے ایک بڑا سبق آموز کارنامہ ہے، چنانچہ اسی اثنا میں جب ملک کے سیاسی حالات بدلے تو آپ کو چند در چند دشواریوں اور مختلف قسم کی آزمائشوں سے سابقہ پیش آیا، لیکن آپ نے بڑی پامردی اور ہمت و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا، انھیں دنوں میں آپ عارضی طور پر حجاز مقدس کی سکونت ترک کر کے ہندوستان چلے آئے اور تقسیم سے قبل قرول باغ، دہلی میں کھجور روڈ پر دفتر برہان سے متصل ایک کوٹھی کرایہ پر

لیکر اوس میں رہنا شروع کر دیا، یہاں آپ نے مدرسہ صولتیہ کا دفتر قائم کیا اور ایک ماہانہ رسالہ الحرم کے نام سے جاری کیا، اس رسالہ کے ذریعہ آپ مدرسہ صولتیہ کی اہمیت و ضرورت اور اوس کی خدمات و ضروریات سے مسلمانوں کو واقف کرتے رہتے اور غیر منقسم ہندوستان کے اہل خیر سے چندہ وصول کرکے مدرسۂ صولتیہ کی مالی ضرورتوں کو پورا کرتے رہتے تھے تقسیم کے بعد دفتر برہان وہاں سے منتقل ہوا تو مولانا بھی بدقت بسیار اپنا دفتر سمیٹ کر پاکستان چلے گئے اس درمیان میں حجاز کے حالات بھی اعتدال پر آگئے تھے، اسی لئے مولانا پاکستان میں مختصر قیام کے بعد پھر مکہ مکرمہ واپس آگئے، اور ہمہ تن مدرسۂ صولتیہ کی خدمت اور اوس کو ترقی دینے کی کوششوں میں لگ گئے، حالات کا اقتضا تھا کہ مدرسۂ صولتیہ کا نصاب بھی بدلا جائے اور اس میں کچھ اور شعبوں کا اضافہ کیا جائے، مولانا نے یہ کام نہایت حزم و احتیاط اور دور اندیشی سے انجام دیا، چنانچہ مدرسہ کے لئے ایک ایسا نصاب مرتب کیا جسے اسلامی اور عرب ممالک کے علماء اور ماہرین تعلیم نے پسند کیا۔ آج ایک سو برس سے زیادہ سے یہ مدرسہ عالم اسلام کی اہم تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اور اوس کے فارغ التحصیل طلبہ عرب و عجم میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، پھر صرف یہ ایک مدرسہ نہیں، بلکہ مولانا مرحوم کے حسنِ اخلاق اور جذبۂ خدمتِ خلق کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے حاجیوں کے لئے ایک بڑا مرکز بھی تھا۔ حاجی اپنی اپنی ضرورتوں کے لئے یہاں آتے اور مولانا بڑی خندہ پیشانی سے اون ضرورتوں کے رفع اور اون کی تکمیل کا انتظام کرتے تھے۔

مولانا مرحوم جید عالم و فاضل ہونے کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو شعر و ادب کا بھی بڑا لطیف اور شگفتہ ذوق رکھتے تھے، ہزاروں اشعار برنوک زبان تھے، نہایت بذلہ سنج، شگفتہ طبع، خندہ جبین اور زندہ دل انسان تھے، مزاج میں لطافت اور نفاست بلا کی تھی، حد درجہ خوش لباس تھے، غالباً ایک جوڑا روز بدلتے تھے، عطر و پھلیل کے رسیا تھے، نہایت متواضع اور مہمان نواز تھے کھانا بہت عمدہ

کھاتے اور نہ دوسروں کو پرتکلف دعوتیں کھلا کر مسرت محسوس کرتے تھے، فرولباغ کے زمانۂ قیام میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور راقم الحروف سے مولانا کو خصوصی قلبی تعلق تھا۔ اکثر شام کو نماز عصر کے بعد مولانا کے ہاں ہماری نشست ہوتی تھی اور اس میں مولانا اپنی طلاقت لسانی اور بذلہ سنجی سے ہنستے ہنساتے ہی رہتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ علماء اور مشائخ کے طبقہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ العالی کے سوا مولانا مرحوم جیسا شگفتہ طبع اور خندہ جبین و متواضع آج تک میں نے کوئی اور نہیں دیکھا جن بزرگوں کا خدا کے ساتھ خاص معاملہ ہوتا ہے وہ خدا کی مخلوق پر ایسے ہی مہربان اور شفیق ہوتے ہیں اور آخر اس صفت خاص کا اصل منبع اور سرچشمہ تو حضور رحمۃ للعالمین ہی کی ذات اقدس و اکرم ہے۔

راقم الحروف کو ۱۹۶۷ء میں عمر میں دوسری مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی تو مولانا محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تقسیم کے بعد پہلی ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اتنے عرصہ کے بعد بھی مولانا اسی دیرینہ محبت و شفقت سے پیش آئے جس کی لذت و حلاوت آج تک فراموش نہیں ہو سکی ہے لیکن سخت افسوس ہے کہ چونکہ میں گورنمنٹ آف انڈیا کے حج ڈیلی گیشن میں تھا اسلئے نہ مدینہ طیبہ میں اتنا طویل قیام کر سکا جتنا کہ میں چاہتا تھا۔ اور نہ مکہ مکرمہ میں مولانا کے ساتھ حسب خواہش زیادہ وقت گذار سکا۔ اس بناء پر میں نے عہد کر لیا کہ اب آئندہ کبھی یہاں سرکاری ڈیلی گیشن میں نہیں آؤں گا اور خدا توفیق دیگا تو بال بچوں کے ساتھ خود یہاں حاضر ہوں گا اور کم از کم تین چار مہینے قیام کروں گا۔ لیکن یہ توفیق آج تک حاصل نہ ہو سکی ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً

مولانا مرحوم کے صاحبزادہ عزیزم مولوی محمد شمیم صاحب نے ۲۶ جولائی کو مولانا کے حادثۂ وفات کی اطلاع کے لئے مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کو خط لکھا ہے اس میں خاکسار راقم الحروف کے متعلق یہ جملہ ہے "حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے متعلق مولانا فرمایا کرتے تھے کہ اگر صرف تین مہینے کے لئے مکہ معظمہ میرے پاس آجائیں تو میری ایک بہت بڑی تمنا ان کے تعاون سے پوری ہو جائے، اس کی تفصیل آئندہ کبھی لکھوں گا" اس جملہ کو پڑھ کر مفتی صاحب بھونچکے رہ گئے اور مجھ پر بھی سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ نجانے وہ تمنا کیا تھی۔ اگر مجھے اس کا علم ہو جاتا تو مکہ مکرمہ دور ہی کتنا ہے میں حاضر ہو کر مولانا کی تمنا کو پورا کرنا اپنے لیے سرمایۂ سعادت و شرف سمجھتا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! مولانا کا حادثہ وفات عالم اسلام کا حادثہ ہے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ شاملۃ وکاملۃ۔

ـــ